جلد ۷	۱۵ جولائی سنہ ۱۹۱۹ء	سہ شنبہ	مطابق ۱۶ شوال سنہ ۱۳۳۷ھ	نمبر ۵

مدینۃ المسیح

اُمید ہے۔ یہ خبر خوشی سے سُنی جائے گی۔ کہ تعلیم الاسلام ہائی سکول میں سنسکرت اور بھاشا کی پڑھائی کا باقاعدہ انتظام ہوگیا ہے۔ چنانچہ پنڈت گوردت جی شاستری اور ڈگری یافتہ سنسکرت کالج بنارس نے جو ویدوں اور سنسکرت کے عالم ہیں۔ پڑھائی شروع کرا دی ہے۔

مدرسہ احمدیہ اور ہائی سکول ۹ راگست سے دو ماہ کے لئے تعطیلات گرما کی وجہ سے بند ہوں گے ۔

۱۳۔۱۴۔ ماہ حال کو بہت اچھی بارش ہوئی

الموعظۃ الحسنۃ

تکالیف اور مصائب کا فلسفہ

یہ انسانی فطرت ایسی واقع ہوئی ہے کہ وہ زدوکوب ہی سے درست ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت انسان کی تکمیل چاہتی ہے۔ اور خود عبودیت کا بھی تقاضا ہے کہ کسی نہ کسی طرح تکمیل کرے۔ اس لئے منجملہ تکمیل کی صورتوں کے ایک شدائد اور مصائب بھی ہیں۔ انبیاء علیہم السلام جو بالکل معصوم اور مقدس وجود ہوتے ہیں وہ بھی تکالیف اور شدائد کا نشانہ بنتے ہیں۔ اور ایسے مصائب ان پر آتے ہیں کہ اگر کسی اور پر آئیں تو وہ برداشت بھی نہ کر سکے ہر طرف سے انکے دشمن اُٹھتے ہیں۔ کوئی باتوں سے دکھ دیتا ہے۔ کوئی حکام وقت کے ذریعہ تکلیف دینے کا منصوبہ کرتا ہے۔ کوئی قوم کو اس کے برخلاف اکساتا ہے۔ غرض ہر پہلو سے انکو تکلیف دیجاتی ہے۔ اور ہر طرح کی بے آرامی اور حزن و غم ان پر آتا ہے۔ باوجود اسکے ان ساری باتوں کا کچھ بھی اثر ان پر نہیں ہوتا اور وہ پہاڑ کی طرح جنبش نہیں کرتے۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ وہ سب سے زیادہ گنہگار ہیں؟ ہرگز نہیں اگر کوئی ایسا خیال کرے۔ تو اس سے بڑھ کر بیہودگی اور کیا ہوگی؟ بچوں کی تکالیف کا مسئلہ انبیاء علیہم السلام کے مسئلہ سے خوب حل ہوتا ہے۔ معصومیت کے لحاظ سے بچہ سمجھ لو۔ یہ مصائب عبودیت کی تکمیل کے لئے

ہیں۔ اور عالم آخرت کے لئے مفید ہیں۔ اگر ایسی حالت ہوتی کہ مرنے کے بعد بچہ کی رُوح مفقود ہو جاتی۔ تو بھی اعتراض کا موقعہ ہوتا۔ لیکن جبکہ جاودانی عالم اور ابدی راحت موجود ہے۔ تو پھر یہ سوال ہی کیوں ہے؟ اگر یہ سوال ہے۔ کہ بغیر تکلیف کے اس ابدی راحت میں داخل کر دے۔ تو پھر کہیں گے۔ کہ معاصی کا بکھیڑا کیوں ہے؟ اس کے ساتھ بھی داخل کر سکتا تھا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی ذات میں غنی بے نیاز ہے انسان کو نجات اور ابدی آسایش کے حصول کے لئے کچھ نہ کچھ تو کرنا چاہیئے۔

جب تک وہ تکالیف اور شدائد نہیں اٹھاتا راحت اور آسایش نہیں پا سکتا۔ یہ شدائد دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ ہیں۔ جو انسان خود مجاہدات کرتا ہے اپنے نفس کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔ اور اس طرح پر اکثر تکالیف میں سے ہو کر گذرتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے۔ کہ قضاء وقدر خود اسپر کچھ تکالیف نازل کر دیتی ہے۔ اور اس ذریعہ سے اسے صاف کرتی ہے۔ اس طریق میں بچہ اور انبیاء علیہم السلام کے نفوس قدسیہ ہوتے ہیں وہ بے گناہ اور معصوم ہوتے ہیں۔ اسپر بھی مصائب اور شدائد ان پر آتے ہیں۔ وہ محض ان کی تکمیل اور ان کے اخلاق اور صدق ووفا کے اظہار کے لئے۔ انسان کے لئے سعی اور مجاہدہ ضروری چیز ہے۔ اور اس کے ساتھ مصائب اور مشکلات بھی ضروری ہیں۔

لیس للانسان الا ما سعی

جو لوگ سعی کرتے ہیں وہ اسکے ثمرات سے فائدہ اٹھاتے ہیں اسی طرح پر جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور نفس کی قربانی کرتے ہیں۔ انپر الٰہی قرب وانوار و برکات اور قبولیت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور بہشت کا نقشہ ان پر کھولا جاتا ہے۔

ہم یقین کرتے ہیں اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ اس عالم کی تکالیف کا اجر دوسرے عالم میں ملتا ہے۔ جسطرح پر انبیاء و رُسل کو ملتا ہے۔ اسی طرح پر دوسرے لوگوں کو ملتا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے۔ اور انسانی کمزوری یہ تقاضا کرتی ہے تاکہ وہ خدا تعالےٰ کا مسرخرو ہو۔ ہاں اللہ تعالےٰ کا قرب حاصل کر کے مرفوع تجلیات الٰہیہ ہوتا ہے۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مصائب اور شدائد اٹھائے۔ اور بہت سی ریں کھائے۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ اس کی سچائی تجربہ سے ثابت ہو رہی ہے۔ پس جب ایک واقعہ تجربہ سے ثابت ہو جاوے تو اسپر بحث فضول ہے "

الحکم ۱۵ - اگست ۱۹۰۵ء } حضرت مسیح موعودؑ

اخبار احمدیہ

انجمن احمدیہ پشاور کا پتہ برادر پیر محمد زمان شاہ صاحب احمدی۔ بی اے پشاور سے لکھتے ہیں کہ بعض احمدی بھائی جو پشاور میں آتے ہیں۔ انجمن احمدیہ کے مکان کا پتہ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے تکلیف اٹھاتے ہیں۔ علاوہ ازیں کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ بعض احباب جمعہ کے دن نماز کے لئے آئے لیکن ان کے پتہ دریافت کرتے کرتے ہی نماز کا وقت گذر گیا۔ اور انہیں خود بھی بہت تکلیف اٹھانی پڑی۔ پس تمام احباب کی اطلاع کے لئے انجمن احمدیہ پشاور کے مکان کا پتہ ذیل میں لکھا جاتا ہے۔

" علاقہ جہانگیر پورہ۔ بازار داؤد گران بالمقابل مسجد حاجی عبد الحکیم " بالاخانہ پر سائن بورڈ لگا ہوا ہے جسپر " انجمن احمدیہ پشاور " لکھا ہے۔ احباب اس پتہ کو یاد رکھیں۔ اور جب کبھی پشاور آئیں۔ اس پتہ پر ضرور تشریف لائیں۔

انجمن احمدیہ پنگاڑی جس جگہ حکیم مرہم عیسےٰ ٹھہرا رہا۔ وہاں خدا کے فضل سے جو انجمن قائم ہوئی ہے۔ اس نے پہلی رقم چندہ کی لعہ/۱۹ قادیان روانہ کر دی ہے۔ الحمد للہ۔ یہ اس جگہ کی کامیابی ہے۔ جس جگہ میاں مرہم عیسےٰ صاحب تشریف لے گئے ان کا وجود اپنے لئے مفید ہو یا نہ ہو ہمارے لئے مفید ہو گیا۔ کیونکہ وہاں پہلے ہماری انجمن نہ تھی۔ اب انجمن بن گئی پہلے مسجد نہ تھی۔ اب مسجد بن گئی۔ کوئی چندہ نہ تھا۔ خدا کے فضل سے چندہ بھی شروع ہو گیا۔

شیخ محمود احمد از مالابار

عربی قصیدہ

کچھ عرصہ ہوا۔ اسکندریہ (مصر) کے ایک صاحب صالح محمد نوفان نے حضرت خلیفۃ المسیح کی بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی تھی۔ حال میں انہوں نے ایک عربی قصیدہ الفضل میں شائع کرنے کے لئے بھیجا ہے جو مع ترجمہ درج ذیل ہے۔ (ایڈیٹر)

قسمًا بکم یا سادتی وغرامی
آپ کی قسم اے میرے سردار و محبوب

ماحلت عن عهدی لکم بزمامی
مینے آپ کی محبت کی رسی نہیں توڑی

وانا المقیم لکم علی عهد الهوی
میں آپ کی محبت کے عہد پر قائم ہوں

وعلی هواکم تنقضی ایامی
اور آپ ہی کی محبت پر میرے دن گذر رہے ہیں

فالقلب فی تبریح نیران الجوی
میرا دل آتش دروں کی سوزش سے جلتا ہو

یصلی وجفنی من جفاکم دامی
اور میری آنکھیں خون بہاتی ہیں

غیری یغیرہ للجفاء عن الوفا
کسی اور کو ہی جفا وفا سے ہٹا سکتی ہے

لیمیل نحو ملامة اللوام
اسکو جو ملامت کرنیوالوں کی ملامت کیطرف جھکتا ہے

وانا الذی لومت فیکم لا حل
اور میں تو وہ ہوں کہ اگرچہ آپکی محبت میں مر بھی جاؤں

عنکم ولا یثنی الملام زمامی
تب بھی آپ سے نہ ٹلوں گا اور نہ کوئی ملامت میری رسی کو توڑ سکتی ہے

ارضعتمونی دائما ثدی الرضاء
کیونکہ آپنے ہمیشہ سے مجھے خوشنودی و رضا کا دودھ پلایا۔

ویشق من بعد الرضاع فطامی
اور دودھ پلانے کے بعد چھڑانا دشوار ہوتا ہے

کیف التسلی عن هواکم بعد ما
آپکی محبت سے مجھے کیونکر تسلی ہو سکتی ہے

سکن الهوی فی مهجتی وعظامی
حالانکہ محبت میری رگ و پے میں جاگزین ہو گئی ہے۔

یا سادتی عطفا علی عبد لکم
اے میرے سردار اپنے غلام پر مہربانی فرمائیں

فعسا لکم احنوا علی الخدام
کاش! حضور خادموں پر نظر کرم کریں

فتشرفت حیث غدوت من خدامکم
میں تو بزرگی پا گیا کیونکہ میں حضور کے خادموں میں سے ہو گیا

ورقیت بالاسعاد خیر مقام
اسعاد مندی کے باعث میں بہتریں اور اعلیٰ مقام پر چڑھ گیا ہوں

المخلص المحب احمد الافندی الاحمدی - اسکندریہ - صالح محمد نوفان

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلے علیٰ رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان - ۱۵ - جولائی ۱۹۱۹ء

حضرت مسیح موعودؑ پر فتویٰ کفر لگانے کی پیشگوئی اور اس کا ثبوت

حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۰ میں تحریر فرمایا ہے:-

"اگر خدا چاہتا تو ان مخالف مولویوں اور ان کے پیرووں کو آنکھیں بخشتا اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے جنمیں خدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا۔ کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جنمیں لکھا تھا کہ مسیح جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائیگا وہ اس کو کافر قرار دینگے۔ اور اس کے قتل کے فتوے دیئے جائینگے اور اس کی سخت توہین کی جاوے گی۔ اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنیوالا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں وہ پیشگوئی انہی مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کی"

اس عبارت کو پیش کر کے کلکتہ کا ایک مخالف مشتہر پوچھتا ہے کہ ایسی پیشگوئی کہاں ہے سو اس کا جواب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ سے خلاصۃً پیش کرتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

"اسلام کے تمام اکابر اور ائمہ کے اتفاق سے مغضوب علیہم سے مراد یہودی لوگ ہیں۔ اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں۔ اور قرآن شریف کی آیت یا عیسیٰ انی متوفیک الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مغضوب علیہم ہونے کی بڑی وجہ جس کی سزا ان کو قیامت تک دی گئی۔ اور دائمی ذلت اور محکومیت میں گرفتار کئے گئے۔ یہی ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ کے نشان دیکھ کر پھر بھی پورے عناد اور شرارت اور جوش سے ان کی تکفیر اور توہین اور تفسیق اور تکذیب کی ...... مغضوب علیہم کا پرغضب خطاب جو یہودیوں کو دیا گیا۔ یہ ان یہودیوں کو خطاب ملا تھا جنہوں نے شرارت اور بے ایمانی سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی تکذیب کی۔ اور ان پر کفر کا فتوےٰ لکھا۔ اور ہر ایک طرح سے ان کی توہین کی۔ اور اپنے خیال میں قتل کرایا۔ اور ان کے رفع سے انکار کر دیا۔ بلکہ ان کا نام لعنتی رکھا۔ تو اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے کیوں مسلمانوں کو یہ دعا سورہ فاتحہ سکھلائی۔ بلکہ قرآن شریف کا افتتاح بھی اسی دعا سے کیا۔ اور اس دعا کو مسلمانوں کے لئے ایک ایسا ورد لازمی اور وظیفہ دائمی کر دیا کہ پانچ وقت قریباً ۳۰ کروڑ مسلمان مختلف دیار اور بلاد میں یہی دعا اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں ...... اس سوال کا جواب خود قرآن شریف نے اپنے دوسرے مقامات میں دیدیا ہے۔ مثلاً جیسا کہ آیت کما استخلف الذین من قبلھم سے صریح اور صاف طور پر سمجھا جاتا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ یعنے جبکہ مماثلت کی ضرورت کی وجہ سے واجب تھا کہ اس امت کے خلیفوں کا سلسلہ ایک ایسے خلیفہ پر ختم ہو۔ جو حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا مثیل ہو۔ تو منجملہ وجوہ مماثلت کے ایک یہ وجہ بھی ضروری الوقوع تھی۔ کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت فقیہ اور مولوی ان کے دشمن ہو گئے تھے۔ اور ان پر کفر کا فتوےٰ لکھا تھا۔ اور ان کو سخت سخت گالیاں دیتے تھے۔ اور ان کی اور ان کی پردہ نشین عورتوں کی توہین کرتے اور ان کے ذاتی نقص نکالتے تھے۔ اور کوشش کرتے تھے کہ ان کو لعنتی ثابت کریں۔ ایسا ہی اسلام کے مسیح موعود پر اس زمانہ کے مولوی کفر کا فتوےٰ لکھیں۔ اور اس کی توہین کریں۔ اور اس کو بے ایمان اور لعنتی قرار دیں اور گالیاں دیں۔ اور اس کے پرائیویٹ امور میں خلل دیں۔ اور طرح طرح کے اس پر افترا کریں۔ اور قتل کا فتویٰ دیں۔ پس چونکہ یہ امت مرحوم ہے۔ اور خدا انہیں چاہتا کہ ہلاک ہوں۔ اس لئے اس نے یہ دعا غیر المغضوب علیہم کی سکھلا دی۔ اور اس کو قرآن میں نازل کیا۔ اور قرآن اسی سے شروع ہوا۔ اور یہ دعا مسلمانوں کی نماز کا میں داخل کر دی تا وہ کسی وقت سوچیں اور سمجھیں کہ کیوں ان کو یہود کی اس سیرت سے ڈرایا گیا۔ جس سیرت کو یہود نے نہایت بری طرح سے حضرت عیسےٰ علیہ السلام پر ظاہر کیا تھا۔ یہ بات صاف طور پر سمجھ آتی ہے۔ کہ اس دعا میں جو سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھلائی گئی ہے۔ فرقہ غیر المغضوب علیہم سے مسلمانوں کو بظاہر کچھ بھی تعلق نہ تھا۔ کیونکہ قرآن شریف اور احادیث اور اتفاق علماء اسلام سے ثابت ہو گیا کہ مغضوب علیہم سے یہود مراد ہیں اور یہود بھی وہ جنہوں نے حضرت مسیح کو بہت ستایا۔ اور دکھ دیا تھا۔ اور ان کا نام کافر اور لعنتی رکھا تھا۔ اور ان کے قتل کرنے میں کچھ فرق نہیں کیا تھا۔ اور توہین کو ان کی مستورات تک پہونچا دیا تھا۔ تو پھر مسلمانوں کو اس دعا سے کیا تعلق تھا اور کیوں یہ دعا ان کو سکھلائی گئی۔ اب معلوم ہوا

کہ یہ تعلق تھا کہ اس جگہ بھی پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح آنیوالا تھا۔ اور مقدر تھا کہ اس کی بھی ویسی ہی توہین اور تکفیر ہو۔ لہذا یہ دعا سکھلائی گئی۔ جسکے یہ معنے ہیں کہ اے خدا ہمیں اس گناہ سے محفوظ رکھ کہ ہم تیرے مسیح موعود کو دکھ دیں۔ اور اسپر کفر کا فتوے لکھیں۔ اور اس کو سزا دلانے کے لئے عدالتوں کی طرف کھینچیں .... غرض صاف ظاہر ہے کہ یہ دُعا اسی لئے سکھلائی گئی۔ کہ تا قوم کو اس یاد داشت کے پرچہ کی طرح جس کو ہر وقت اپنی جیب میں رکھتے ہیں یا اپنی نشست گاہ کی دیوار پر لگتے ہیں اس طرف توجہ دیجائے۔ کہ تم میں بھی ایک مسیح موعود آنے والا ہے۔ اور تم میں بھی وہ مادہ موجود ہے جو یہودیوں میں تھا .. ... اس آیت پر ایک محققانہ نظر کے ساتھ غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جو دُعا کے رنگ میں فرمائی گئی ہے۔ چونکہ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ جب وعدہ کما استخلف الذین من قبلھم۔ آخری خلیفہ اس اُمت کا حضرت عیسےٰ علیہ السلام کے رنگ میں آئے گا اور ضرور ہے۔ کہ وہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام کی طرح قوم کے ہاتھ سے دکھ اُٹھائے۔ اور اسپر کفر کا فتویٰ لکھا جائے۔ اور اسکے قتل کے ارادے کئے جائیں۔ اس لئے ترحم کے طور پر تمام مسلمانوں کو یہ دُعا سکھلائی کہ تم خدا سے پناہ چاہو۔ کہ تم ان یہودیوں کی طرح نہ بنجاؤ۔ جنھوں نے موسوی سلسلہ کے مسیح موعود کو کافر ٹھہرایا تھا۔ اور اس کی توہین کرتے تھے ..... اور اس دعا میں صاف اشارہ ہے کہ تم پر بھی یہ وقت آنیوالا ہے۔ اور تم میں سے بھی بہتوں میں یہ مادہ موجود ہے .. .. اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس عاجز کی نسبت قرآن شریف نے اپنی پہلی سورۃ ہی میں گواہی دے دی۔ ورنہ ثابت کرنا چاہیئے۔ کہ کن مغضوب علیھم سے اس سورت میں ڈرایا گیا ہے کیا یہ سچ نہیں کہ حدیث اور قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بعض علماء کو یہود سے نسبت دی ہے کیا یہ سچ نہیں کہ مغضوب علیھم سے مراد وہ یہود ہیں۔ جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ اور مسیح موعود تھے۔ کافر ٹھہرایا تھا۔ اور ان کی سخت توہین کی تھی ..... پس جبکہ یہی لفظ مغضوب علیھم کا ان یہودیوں کے مثیلوں پر بولا گیا۔ جن کا نام بوجہ تکفیر و توہین حضرت مسیح مغضوب علیھم رکھا گیا تھا۔ پس اِسجگہ مغضوب علیھم کے پورے مفہوم کو پیش نظر رکھ کر جب سوچا جائے۔ تو معلوم ہوگا کہ یہ آنیوالے مسیح موعود کی نسبت صاف اور صریح پیشگوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے پہلے مسیح کی طرح ایذا اُٹھائے گا۔ اور یہ دعا کہ یا الٰہی ہمیں مغضوب علیھم ہونے سے بچا۔ اس کے قطعی یقینی یہی معنے ہیں کہ ہمیں اس سے بچا کہ ہم تیرے مسیح موعود کو جو پہلے مسیح کا مثیل ہے۔ ایذا دیں۔ اس کو کافر ٹھہرائیں۔ ان معنوں کے لئے یہ قرینہ کافی ہے کہ مغضوب علیھم صرف ان یہودیوں کا نام ہے۔ جنھوں نے حضرت مسیح کو ایذا دی تھی۔ اور حدیثوں میں آخری زمانہ کے علماء کا نام یہود رکھا گیا۔ یعنے وہ جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکفیر و توہین کی۔ اور اس دعا میں ہے۔ کہ یا الٰہی ہمیں وہ فرقہ مت بنا جس کا نام مغضوب علیھم ہے۔ پس دُعا کے رنگ میں یہ ایک پیشگوئی ہے۔ جو دو چیز پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ اس اُمت میں بھی ایک مسیح موعود پیدا ہو گا۔ اور دوسری یہ پیشگوئی ہے۔ کہ بعض لوگ اس اُمت میں سے اس کی بھی تکفیر اور توہین کرینگے۔ اور وہ لوگ مورد غضب الٰہی ہونگے۔"

حضرت مسیح موعودؑ کی اس تحریر کے بعد ذیل میں بعض اور حوالہ جات درج کئے جاتے ہیں۔ ان سے بھی یہی بات ظاہر ہوتی ہے۔ جو مسیح موعود نے اپنی کتابوں میں لکھی ہے۔ کہ آنیوالے مسیح پر کفر کا فتوے لگیگا لیکن یہ بات یاد رکھنی ضروری ہے کہ حضرت مسیح موعود اور آپ کی جماعت کے نزدیک آنیوالا مسیح اور مہدی ایک ہی شخص ہے۔ دو جدا جدا شخصیتیں نہیں ہیں۔ اسی لئے حضرت اقدس نے بعض جگہ یہ لکھا ہے کہ مہدی پر کفر کا فتوے لکھا گیا۔ اور بعض جگہ یہ لکھا ہے کہ مسیح موعود کو مولویوں نے کافر قرار دیکر پیشگوئی پوری کی چنانچہ سراج منیر صفحہ ۶۶ میں تو یہ تحریر فرمایا ہے کہ آثار نبویہ میں بھی ایسا ہی آیا تھا کہ اس مہدی موعود پر کفر کا فتویٰ لگایا جاویگا سو وہ سب لکھا ہوا پورا ہوا۔ اور اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۷ کی عبارت میں جو معترض نے پیش کی ہے یہ فرمایا ہے "وہ پیشگوئیاں پوری ہوئیں جنمیں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اُٹھائیگا اور وہ اس کو کافر قرار دینگے۔"

اور آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۱۵ میں فتویٰ کفر کا بیان کرتے ہوئے مسیح اور مہدی دونوں کی نسبت اس فتویٰ کا ذکر کیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ "اس زمانہ (فیج اعوج) کا آخری حصہ جو مسیح موعود کے زمانہ اقبال سے ملحق ہے اس کا حال احادیث نبویہ سے نہایت ہی بدتر معلوم ہوتا ہے۔ بیہقی نے اسکے بارہ میں ایک حدیث لکھی ہے یعنی کہ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کے مولوی اور فتویٰ دینے والے ان تمام لوگوں سے بدتر ہونگے۔ جو اسوقت روئے زمین پر موجود ہونگے اور حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ درحقیقت مہدی (یعنی مسیح موعودؑ) پر کفر کا فتوے دینے والے یہی لوگ ہونگے چنانچہ وہ پیشگوئی پوری ہوگئی۔" اب ہم وہ حوالے درج کرتے ہیں جن کا اوپر وعدہ کیا تھا۔ حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خان صاحب کے صفحہ ۳۶۳ میں لکھا ہے کہ "او چوں مہدی علیہ السلام مقاتلہ بر احیاء سنت و اماتت بدعت فرماید۔ علماء وقت کہ خوگر تقلید فقہاء و اقتداء مشائخ و آباء خود باشند گویند ایں مرد خانہ برانداز دین و ملت ما است و بمخالفت برخیزند و بحسب عادت خود حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند۔"

فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۳۶۴ میں لکھا ہے "اعداؤہ مقلدۃ العلماء" اور مکتوبات امام ربانی جلد اول۔ مکتوب صفحہ ۲۵۶ صفحہ ۲۷۸ میں لکھا ہے۔ منقول است کہ حضرت مہدی در زمان سلطنت خود چوں ترویج دین نماید و احیائے سنت فرماید عالم مدینہ کہ عادت بعمل بدعت گرفتہ بود و آنرا حسن پنداشتہ ملحق بدین ساختہ از تعجب گوید کہ ایں مرد رفع دین ما نمودہ و اماتت ملت ما فرمودہ" خلاصہ مطلب ان تینوں حوالوں کا یہ ہے کہ جب مہدی علیہ السلام سنت نبوی کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹانے پر مخالفوں کے مقابلہ کریگا تو علماء وقت جو فقہاء اور مشائخ کی تقلید کے خوگر ہیں۔ کہینگے کہ یہ شخص ہمارے دین اور مذہب کو تباہ اور برباد کرنیوالا ہے اور اسکی مخالفت کیلئے کھڑے ہو جائینگے اور اپنی عادت کے موافق اسکے کافر ہونے کا فتوے دینگے۔ حالانکہ فتوے گروں کا فتویٰ صحیح نہ ہوگا پس ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود پر مخالف مولویوں کے فتوے کفر دینے کی پیشگوئی کے امت محمدیہ کے مقتدر اصحاب قائل تھے اور اس زمانہ میں وہ پیشگوئی نہایت صفائی کے ساتھ پوری ہو گئی ہے ٭

خاکسار فضل الدین وکیل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٭ نحمدہٗ ونصلے علےٰ رسولہ الکریم

خطبہ عید الفطر

ہماری عید کیا ہے؟

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۳۰ ؍ جون ۱۹۱۹ء

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد آیت شریفہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ۰ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ۰ فادخلی فی عبادی ۰ وادخلی جنتی ۰ تلاوت فرمائی

عید تمام قوموں میں مشترک ہے

عید کا دن تمام اقوام میں مشترک ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے نہیں کہ سب قومیں عید مناتی ہیں۔ اس لحاظ سے بھی نہیں کہ عید کی وہ عبادتیں جو ہم بجالاتے ہیں دوسرے بھی وہی عبادتیں کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ تمام اقوام میں خوشی اور عید کا دن منایا جاتا ہے۔ اور عجیب عجیب رنگ میں منایا جاتا ہے۔ پس ہر ایک قوم میں عید کا نشان ملتا ہے۔ خواہ وہ ہند کے باشندے ہوں۔ خواہ تہذیب کے پرانے مرکز عراق و ایران مصر و شام کے باشندے ہوں۔ خواہ امریکہ و آسٹریلیا اور افریقہ کے قدیم باشندے ہوں۔ جن کا متمدن قوموں سے کوئی واسطہ نہیں رہا۔ ان سب میں کسی نہ کسی رنگ میں عید منائی جاتی ہے۔

ہاں مختلف لوگوں نے اس کے مختلف نام رکھے ہوئے ہیں۔ بیشک ان میں عید نام نہیں۔ وہ اس کا نام میلہ رکھتے ہیں یا فیسٹویل یا کوئی اور نام رکھتے ہیں لیکن ایک دن چھٹی منانے کے لئے وقف ضرور کرتے ہیں جس میں جمع ہوکر وہ خوشی مناتے اور ایسی حرکات کرتے ہیں جن سے خوشی کا اظہار ہوتا ہو۔

عید کا جذبہ فطری ہے

اور یہ عیدوں کا سلسلہ ایسا ہے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے لئے قدرت نے لوگوں کو مجبور کیا ہے۔ پس ہر ایک قوم میں عید کے نشان پائے جانے سے ثابت ہوا کہ یہ ایک طبعی امر ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو سب میں یہ بات نہیں پائی جاسکتی تھی افغانستان میں ہندوستان کے قریب کے باعث اس قسم کی تقریب ہوسکتی تھی۔ لیکن امریکہ جس کا ہندوستان سے کوئی تعلق ہی نہ تھا۔ اس کے باشندوں میں نہیں پائی جاسکتی تھی۔ پس سب اقوام میں تہواروں کا رواج ہے۔ جس سے معلوم ہوا۔ کہ کسی بڑے بزرگ سے عید کا طریق سیکھا ہے یا یہ فطرت کے تقاضا کے ماتحت ہے۔ بہر حال تہواروں کے مشترک طور پر تمام اقوام میں پائے جانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہ بات دو حال سے خالی نہیں یا تو کسی ابتدائی بزرگ سے سب نے سیکھا۔ یا یہ ایک فطری تقاضا ہے۔ اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدائی بہت سے کام ہیں۔ جن کا اب ایک دوسرے میں نشان نہیں ملتا لیکن یہ ایک ایسا فعل ہے کہ اب تک سب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔ یہ ثبوت ہے اس کا کہ یہ فطرت کے صحیح تقاضوں کے ماتحت ہے۔ اور محض فرضی بنی ہوئی بات نہیں۔ کیونکہ اس کے ذریعہ فطرت کے ایک تقاضا کو پورا کیا گیا ہے۔ پس عید کوئی معمولی چیز نہیں۔ یہ ایک فطرت کا تقاضا ہے۔ نیچر مجبور کرتی ہے۔ اور انسان کے دل میں ایک خواہش پائی جاتی ہے اور یہ صحیح فطرت ہے۔ کیونکہ بعض فطرتیں اصل میں رسوم کے ماتحت پیدا ہو جاتی ہیں۔ ان کو فطرت نہیں کہا جاتا۔ بلکہ وہ عادت کے طور پر کسی ایک قوم میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ عام طور پر وقتی ضروریات بھی ہوتی ہیں۔ مگر یہ وہ فطرت ہے۔ جس پر انسان کو اللہ نے خلق کیا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ تمام مذاہب کے لوگوں نے اسکے آگے سر تسلیم خم کر دیا ہے۔ اور جو باتیں صحیح فطرت نہیں ہوتیں۔ ان میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

حقیقی فطرت نے مجبور کیا کہ وہ ایک دن ایسا رکھیں۔ جسمیں جمع ہوکر خوشی منائیں۔ تو خواہ لوگ مذاہب کے پابند ہوں یا نہ ہوں۔ سب نے اس قسم کے ایام رکھے ہوئے ہیں کسی نے میلے بنائے ہیں اور بعض قوموں نے عیاشی کے رنگ میں یہ دن رکھا ہے۔ بہر حال دن سب نے رکھا ہے۔ کیونکہ فطرت کی طرف سے تقاضا ہے۔ کہ ایسا دن ہونا چاہیئے۔

عید کے معنے

یہ اتنا بڑا تقاضا ہے کہ جسکو مذاہب نے قبول کیا ہے۔ اور جہاں مذاہب نہیں۔ وہاں بھی اس کا وجود پایا جاتا ہے۔ اس کی کیا غرض ہے۔ اور یہ کیوں پایا جاتا ہے۔ یہ تقاضا خدا نے انسان کی طبیعت میں رکھا ہے وہ تقاضا پکار پکار کر کہتا ہے کہ ایسا کوئی دن ہونا چاہیئے۔ جسمیں ادنیٰ اعلےٰ۔ جاہل۔ عالم۔ متمدن و غیر متمدن سب ملکر خوشی منائیں۔ اس کے لئے ہم اس زبان کی طرف جاتے ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے الہام کے طور پر انسان کو سکھائی۔ اور وہ عربی زبان ہے۔ اس میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ فطرت کے تقاضوں کو لفظوں کے ذریعہ پیش کرتی ہے۔ عید عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور اس کے معنے ہیں۔ وہ خوشی اور راحت اور برکت کا دن جو انسان کے دل میں یہ بات پیدا کرتا ہے کہ وہ خواہش کرے کہ یہ دن پھر بھی اس پر آئے۔ عید۔ عود سے نکلا ہے تو عید وہ دن ہوا۔ جس کے بار بار آنے کی خواہش کی جائے۔ اور چاہا جائے کہ یہ دن بار بار آئے۔

کونسے دن ہوتے ہیں کہ جنکے بار بار آنے کی خواہش کی جاتی ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ کونسے دن ہوتے ہیں جنکے بار بار آنے کی خواہش کی جاتی ہے بعض دن تو اس قسم کے ہوتے ہیں کہ ان کے متعلق انسان انتظار کرتا ہے کہ یہ کب ختم ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کے متعلق انسان کہتا ہے۔ کہ کب سورج چڑھے اور یہ کب گذریں۔ عید ان دنوں میں سے نہیں جنکے ختم ہونے کی خواہش کی جاتی ہے۔ بلکہ یہ ان دنوں میں سے ہے۔ جنکے متعلق آرزو کی جاتی ہے کہ وہ پھر پھر آئیں۔ وہ گھڑیاں جنمیں انسان دکھوں اور مصیبتوں سے بچا ہوا ہو۔ وباؤں۔ ابتلاؤں

اور مصیبتوں سے محفوظ ہو۔ راحتیں اور آرام میسر ہوں اس کے اور اس کے عزیزوں اور اقارب میں ہر طرح خوشی و خرمی ہو۔ اس دن کو عید کہتے ہیں۔

کس کے لئے عید نہیں

تو عید کے معنے ہوئے وہ دن جس میں انسان ابتلاء سے بچ جائے اور جب انسان دکھ سے اور آفت سے بچ جاتا اور اس کو سکھ پہنچ جاتا ہے۔ تو وہی دن اس کے لئے عید کا دن ہوتا ہے۔ اور وہی گھڑی اور وہی ساعت اس کے لئے عید کی ساعت کی ہوتی ہے رنج اور دکھ اور آفت کا دن عید کا دن نہیں ہوتا جو شخص بلاؤں میں سے گذر رہا ہو۔ اس کے لئے عید نہیں۔ عید اسی کی ہے۔ جو راحت اور آرام میں ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ عید محض اجتماع کا نام نہیں۔ کیونکہ جنازہ پر بھی اجتماع ہوا کرتے ہیں۔ اور اس اجتماع کے دن کے متعلق تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ دن دوبارہ ہم پر نہ آئے۔ اور خدا یہ دن نہ لائے۔ پرسوں اترسوں ہی ایک جنازہ پر بڑا اجتماع ہوا تھا۔ مگر تم یہ نہیں چاہتے کہ وہ دن پھر تم پر آئے۔ اور اس دن کو تم عید نہیں کہتے مگر آج کے دن کو عید کہتے ہو۔ اگرچہ اس دن تمہاری زبانیں یہ نہیں کہتی تھیں کہ یہ دن نہ آئے لیکن تمہارے دل ہی کہتے تھے۔ کہ یہ دن نہ آئے۔ اس کے مقابلہ میں آج کے دن کے لئے تمہاری خواہش ہے کہ خدا کرے یہ دن پھر بھی ہم پر آئے۔ کیونکہ تمہارے نزدیک یہ دن تمہارے لئے خوشی کا دن ہے۔

جو میسر نہو۔ اسکی خواہش کی جاتی ہے۔

عید کے معنے جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ دوبارہ لوٹ کر آنے کے ہیں اس مفہوم کو دل میں جگہ دو اور سوچو کہ کیا واقع میں تم پسے یہ خواہش رکھتے ہو کہ یہ دن تم پر پھر بھی آئے کسی چیز کی خواہش کرنے کے معنے یہ ہوا کرتے ہیں کہ ایسی چیز جو اب اپنے پاس نہیں۔ اس کو حاصل کیا جائے اور جو چیز اپنے پاس ہو۔ اس کی خواہش نہیں کی جاتی مثلاً وہ شخص جس کے پاس روپیہ ہو وہ روپیہ کی آرزو نہیں کرتا۔ خواہش اسی چیز کی ہوتی ہے۔ جو چیز میسر نہ ہو۔ اور جس چیز کا لانا اور لینا اپنے اختیار میں نہ ہو۔ مثلاً آج لوگ کپڑے پہنتے ہیں۔ آج لوگ اچھے کھانے کھاتے ہیں۔ آج لوگ جمع ہوتے ہیں ان میں سے کوئی چیز بھی عید نہیں۔ کیونکہ یہ تینوں چیزیں ان کے اپنے اختیار میں ہیں۔ انسان جب چاہے ان کو عمل میں لا سکتا ہے۔ جب چاہے آج ہی کی طرح اچھے کپڑے پہن سکتا ہے۔ جب چاہے آج ہی کی طرح اچھا کھانا کھا سکتا ہے۔ اور لوگ جب چاہیں جمع ہو سکتے ہیں۔ ان باتوں میں سے کسی بات کے لئے بھی کوئی شخص مجبور نہیں کہ وہ ایک وقت میں کر سکتا ہو اور دوسرے وقت میں نہ کر سکتا ہو۔ کیونکہ جسکے پاس کچھ ہو گا۔ وہ جب چاہے گا یہ چیزیں مہیا کر لیگا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ باتیں تو عید نہیں۔ اور نہ ان کے لئے بار بار کی خواہش ہو سکتی ہے۔ کیونکہ یہ انسان کے اختیار میں ہیں۔ پھر چھٹی کا نام عید نہیں یہ بھی انسان جب چاہے۔ منا سکتا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ عید کوئی ایسی چیز ہے۔ جو انسان کے قبضہ اور اختیار میں نہیں ہے۔ کیونکہ انسان عید کے لئے خواہش کرتا اور دعائیں مانگتا ہے کہ وہ دن آئے تو ثابت ہوا کہ یہ چیزیں عید نہیں۔ بلکہ حقیقی عید کے لئے کچھ نشان ہیں۔ جن سے اس کا پتہ لگتا ہے۔ حقیقی عید وہ ہوتی ہے۔ جسمیں دل خوش ہو نہ کہ اچھے اور سفید کپڑے پہننے کو عید کہا جاتا ہے یوں تو مُردہ کو بھی سفید کفن پہنایا جاتا ہے۔ مگر کیا اس دن کو کوئی عید کہتا ہے۔ پھر اجتماع کا نام بھی عید نہیں۔ کیونکہ مُردہ پر بھی اس کے رشتہ دار اور اس کے دوست آشنا جمع ہوتے ہیں۔ مرنیوالے کے وارثوں کے لئے اس کا گھر میں اکیلے چارپائی پر پڑے رہنا زیادہ خوشی کا موجب ہوتا بہ نسبت اسکے کہ اسکے مرنے پر لوگ اسکے اردگرد جمع ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب تک ان کے ہاں ایسا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ ان کو خیال تھا کہ یہ ہم میں ہے۔ لیکن اس اجتماع کے بعد معلوم ہو گیا۔ کہ یہ اب دنیا میں ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا۔ پھر عمدہ کپڑے پہننا بھی خوشی کی بات نہیں کیونکہ مُردہ کا کفن بھی سفید ہوتا ہے ممکن ہے کہ عمدہ کپڑوں کے نیچے ایک غمگین اور افسردہ اور روتا ہوا دل ہو۔ اسی طرح کھانا بھی وہی اچھا ہوتا ہے جو خوشی کا کھانا ہو۔ اگر خوشی نہیں تو ہر عمدہ سے عمدہ کھانا حلق سے بمشکل اترے گا دکھوں اور آفتوں میں مبتلا دل کے لئے کوئی کھانا عمدہ نہیں لیکن جو شخص خوش و خرم ہو۔ اس کے لئے جنگل کے پتے زیادہ خوشی اور راحت کا باعث ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ اس کے دل کو آرام اور سکھ اور طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک میلے کپڑوں والا جس کا دل آرام میں ہے۔ اس عمدہ پوشاک والے کی نسبت جس کے دل میں اطمینان نہیں۔ راحت میں ہوتا ہے۔

عید دل کی عید ہے۔

تو عید کے معنے دل کی خوشی اور راحت کے ہیں۔ اور جس کا حاصل کرنا فطرت کا تقاضا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی خواہش سب میں پائی جاتی ہے۔ پس عید کے معنے کپڑے پہننا نہیں یہ تو در حقیقت ایک نشان ہے یا جھوٹی خوشی۔ جیسا کہ جب بچہ کی ماں اس سے جدا ہو جائے۔ تو وہ روتا ہے اور اس کو بہلانے کے لئے اس کے ہاتھ میں کھلونا دیدیتے ہیں۔ جس سے وہ عارضی طور پر بہل جاتا ہے۔ لیکن پھر رونا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح یہ عید چونکہ اصل عید نہیں اس سے عارضی اور آنی طور پر انسان خوش ہو جاتا ہے لیکن پھر اس کو محسوس ہوتا ہے۔ کہ اصل چیز تو اس کو حاصل نہیں ہوئی۔ پھر لوگ ایک سال کے بعد جمع ہوتے ہیں اور دل بہلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس سے ایک دن یا ایک گھنٹہ یا چند گھنٹہ کے لئے خوش ہو جاتے ہیں اور پھر ان کو افسوس ہوتا ہے۔ در اصل اگر صحیح راستہ پر نہ چلا جائے۔ تو راحت میسر نہیں ہو سکتی۔

اسلام کی عیدیں

اسلام نے تقاضاء فطرت کو پورا کرنے کے لئے دو عیدیں رکھی ہیں۔ جو ہمارے ملک میں ایک بڑی عید اور ایک چھوٹی عید

کے نام سے موسوم کی جاتی ہیں۔ یعنی عید الفطر اور عید الضحےٰ۔ ان دونوں عیدوں میں ایسی عبادتیں لگائی گئی ہیں۔ کہ ان پر عمل کرنے سے انسان خدا کو پالیتا ہے اور چونکہ حقیقی خوشی وہی ہے۔ جبکہ ہمیں خدا مل جائے اور اسلام نے جو عید رکھی ہے۔ اس میں خدا کے پانے کے گر بتلائے ہیں۔ اس لئے اس کے واسطے یہ خواہش کرنا بجا ہے۔ کہ یہ دن بار بار لوٹ کر آئے۔ یہ دن ہی جمیں حقیقی راحت کا نشان ہے کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ تم اس رستہ پر چل کر خدا کو دیکھ لوگے۔ اور جب تک وہ دن تم پر نہ آئے۔ کہ تم خدا کو دیکھ لو اسوقت تک تمھارے لئے کوئی عید کا دن نہیں ہو سکتا پس اسلام نے چونکہ ان عیدین کو حقیقی عید کا نشان رکھا ہے۔ اسلئے ان سے ایک حد تک دل کو سچی راحت پہنچتی ہے۔ اور ان سے خدا تعالیٰ کے پانیکا پتہ چلتا ہے۔

ہماری عید یہ ہے کہ خدا ملجائے

ہماری عید کیا ہے؟ یہ کہ ہمارا محبوب ہمارا خدا ہمیں ملجائے جو شخص کوشش کرتا اور محنت برداشت کرتا ہے۔ اسکو اس کا خدا ملجاتا ہے۔ اور پھر ایسا آرام اور ایسی خوشی حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ جسے کوئی ہٹا نہیں سکتا۔ دیکھو عید الفطر کے لئے اسلام نے ایک ماہ کے روزے فرض قرار دیکر خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے جسمانی قربانی ضروری رکھی ہے۔ اور دوسری عید پر انسان ظاہری قربانی کرتا ہے۔ جو کہ اس بہت بڑے انسان کے نمونہ کی یادگار میں ہوتی ہے جس نے خدا کے لئے اپنا بیٹا ذبح کرنا چاہا مگر خدا نے اسکی جگہ جانور ذبح کرا دیا اور آئندہ کے لئے مقرر کر دیا کہ جانوروں کی قربانیاں کی جایا کریں۔ تو اس عید پر بکرے ذبح کرنا دلیل ہوتا ہے اس امر کے لئے کہ اس بندے کو جو قربانی کرتا ہے خدا کے رستہ میں اگر اپنا سر بھی دینا پڑے تو اس میں توقف نہیں کریگا۔ یہ اسلام کی مقرر کردہ عیدوں کی حقیقت ہے۔ مگر اور لوگوں کی عیدیں اپنے اندر یہ حقیقت نہیں رکھتیں اس لئے ان میں جو خوشی منائی جاتی ہے۔ وہ راحت بخش خوشی نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی عیدیں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسا کہ روتے ہوئے بچہ کو ایک کھلونا دیدیا جائے۔ جس سے وہ تھوڑی دیر کے لئے بہل جائے۔ یوں تو اسلام کی عیدیں بھی حقیقی اور اصلی خوشی حاصل کرنے کا نمونہ ہی ہیں۔ لیکن دوسروں کے خوشی کے نمونہ اور انمیں ایک فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ ان کے میلے اور تہوار محض نمونہ ہی نمونہ ہیں۔ جن کے بعد ان کے لئے حسرت و افسوس ہوتا ہے۔ لیکن مسلمانوں کی عید ایسی ہوتی ہے کہ وہ چیز جس کی انسان کو تلاش ہے۔ اس کے بہت قریب کر دیتی ہے۔ اسکی مثال ایسی ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کے محبوب کا مجسمہ بنا کر اس کے سامنے رکھدیا جائے اور وہ اس کو لپٹ کر خوش ہولے کہ میرا محبوب مجھکو مل گیا۔ لیکن ایک دوسرے شخص کو ایسے رستہ پر ڈالدیا جائے۔ جس پر چل کر وہ اپنے محبوب تک پہنچ سکتا ہو۔ اور پھر اس کو اس کے محبوب کے دروازے پر پہنچا دیا جائے اور پردہ اٹھا کر دکھا دیا جائے کہ وہ ہے تیرا محبوب۔ اب اور کوشش کر اور اس دروازے سے گذر کر اپنے محبوب سے مل لے۔ اب وہ شخص جس کے پاس صرف بے جان مجسمہ ہے۔ اسکی خوشی تھوڑی دیر کے بعد مایوسی سے بدل جائیگی۔ لیکن وہ جو پہلے کی نسبت اپنے محبوب کے زیادہ قریب پہنچ گیا ہے۔ اسکی خوشی بہت زیادہ بڑھ جائے گی۔ غیروں کی عیدوں میں جو خوشی ہوتی ہے وہ ایسی ہی ہے۔ جیسے ایک بت پر کوئی شخص فدا ہو جائے۔ لیکن ہماری عیدیں وہ ہیں جن میں ایک صحیح راستہ پر چلایا جاتا ہے۔ اور جس کے ذریعہ ہمیں ہمارا خدا دکھایا جاتا ہے۔ اور پھر ہماری دعاؤں میں قبولیت اور ہم میں تقویٰ پیدا کیا جاتا ہے۔

پس ہماری عید کی یہی غرض ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے کہ ہمیں ہمارا خدا ملجائے۔ اور اس کے ملنے کا یہ طریق ہے۔ کہ اسکے لئے قربانیاں کی جائیں۔ اگر ہم اس غرض کو یاد رکھیں تو ہماری عید عید ہے۔ ورنہ جھوٹے طرز پر خوش ہونا۔ رنج اور دکھ کو اور بڑھا دیتا ہے۔

حقیقی آرام کس طرح حاصل ہوتا ہے

یاد رکھو آرام دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ انسان دکھ اور مصیبت کو بھلانے کی کوشش کر کے آرام پانا چاہتا ہے۔ دوسرا یہ کہ جس چیز سے تکلیف ہے اسکو دور کرنے کے لئے محنت اور مشقت بجالاتا ہے۔ مثلاً پہلا شخص جو دکھ کو بھلا کر آرام پانا چاہتا ہے۔ وہ افیون کھاتا ہے۔ یا شراب پی لیتا ہے۔ اور اس طرح اپنا غم غلط کرتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی قوتوں میں ایک تعطل واقع ہو جاتا ہے۔ اور گو اس کو وہ تکلیف ایک وقت تک کے لئے بھول جاتی ہے۔ لیکن جب وہ ہوش میں آتا ہے۔ تو پہلے سے بھی زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔ اور دوسرا شخص جو اپنی تکلیف یوں بھلانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ اسکی حالت یہ ہوتی ہے۔ کہ اپنے رنج و غم اور دکھ کو جو اسکو کسی نقصان کے ذریعہ پہنچا ہو۔ دور کرنے کے لئے محنت شاقہ برداشت کرتا ہے۔ اور اس نقصان کو پورا کر لیتا ہے۔ ان دونوں کی حالتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور حقیقی آرام اور سکھ اسی کو حاصل ہوتا ہے۔ جو تکلیفوں کو دور کرنے کی سعی کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام یہ نہیں سکھاتا۔ کہ اگر تم کو رنج پہنچے تو اسکو بھلا دینے کی کوشش کرو بلکہ یہ کہتا ہے۔ کہ محنت کے ذریعہ اس کی تلافی کرو۔ اسلام یہ نہیں جائز رکھتا کہ اگر تم پر قرض ہے تو اس کے غم کو بھلانے کے لئے شراب پیو بلکہ یہ کہتا ہے کہ محنت کرو۔ اور کوشش و سعی کر کے خوشی حاصل کرو چنانچہ دونوں عیدوں میں محنت رکھی گئی ہے۔

دنیا میں جنت۔ نفس مطمئنہ۔

یہ آیت جو میں نے پڑھی ہے یاایتھا النفس المطمئنة ۰ ارجعی الیٰ ربك راضیة مرضیة ۰ فادخلی فی عبادی ۰ وادخلی جنتی ۰ یہ وہ عید ہے جسکی طرف مومن کے لئے اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی ایسا دن جس میں وہ نفس مطمئنہ ہو جائے۔ اسکی اضطرابی حالت اطمینان سے بدل جائے۔ یہ ہے اصل عید کا دن جس کے آنے کی انسان کو خواہش کرنا چاہیئے۔ اور یہ وہ دن ہے۔ کہ جب آتا ہے۔ تو پھر جاتا نہیں۔

مطمئنہ حالت سے یہ مراد نہیں۔ کہ حرکت بند ہو جائے۔ کیونکہ حرکت سے ہی تو انسان ترقی کرتا ہے عام طور پر لوگوں نے حرکت کے نہ ہونے کا نام اطمینان

رکھا ہوا ہے۔ حالانکہ حرکت نہ ہونے اور اطمینان میں بہت بڑا فرق ہے۔ اطمینان اُس حرکت کو کہتے ہیں جسمیں تزلزل نہ ہو۔ ورنہ یوں تو حرکت کے بغیر کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ اور حرکت سے ہی ترقی ہوتی ہے دیکھ لو۔ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہر روز دُعائیں کی جاتی ہیں۔ اور آپ دم بدم روحانی مدارج میں ترقی کر رہے ہیں۔ یہ آپ کی حرکت ہے لیکن اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کو اطمینان نہیں۔ پس اطمینان وہ حالت ہے۔ جس میں اضطراب و تزلزل نہ ہو۔ اور یہ وہ حرکت ہوتی ہے۔ جو آگے کی طرف بڑھاتی ہے۔ لیکن اطمینان کے بغیر جو حرکت ہوتی ہے۔ وہ نیچے کی طرف گراتی ہے دیکھو جب چلنے والے کو اطمینان ہوتا ہے۔ تو وہ عمدگی سے چلا جاتا ہے۔ لیکن جب اسے اطمینان نہ ہو تو اس کے قدم ڈگمگاتے ہیں اور گرنے لگتا ہے تو نفس مطمئنہ میں کونسی حرکت ہوتی ہے؟ وہ جو گرنے کے خلاف ہو۔ جسمیں ثبات ہو۔ فرمایا اے نفس مطمئنہ تو خدا کی طرف جا۔ کیونکہ تیرا خدا تجھ سے راضی ہو گیا۔ اور تو خدا سے راضی۔ اور میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ کیونکہ تجھکو یہ انعام دیا جاتا ہے کہ تو جنت میں داخل ہو۔ اور جنت وہ مقام ہے جہاں جس کو داخل کیا جاتا ہے۔ پھر اُسے نکالا نہیں جاتا اور دنیا میں بھی جس کو جنت ملتی ہے۔ وہ اس سے نکالا نہیں جاتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہی وجہ ہے کہ جو خاص رتبے اور درجے خدا کی طرف سے بندوں کو دنیا میں دیئے جاتے ہیں۔ ان سے وہ معزول اور موقوف نہیں کئے جا سکتے۔ اور دنیا کی کوئی طاقت نہیں جس نے کبھی نبیوں اور ان کے خلفاء کو ان کے درجہ سے ہٹا دیا ہو۔ کیونکہ وہ ایسی جنت میں داخل ہوتے ہیں جسمیں داخل ہونیوالا نکالا نہیں جا سکتا۔ دیکھو دُنیا نے نبیوں کے خلاف کس قدر زور لگائے کہ ان کو مٹا دیں اور ان کو ان کے درجہ سے موقوف کر دیں۔ مگر وہ جس جنت میں خدا کی طرف سے داخل کئے گئے اُس سے ہرگز نہ نکالے جا سکے۔ پھر لوگوں نے خلفاء کے مقابلہ میں کسقدر زور لگائے۔ اور ان کو موقوف کرنے کے لئے کس قدر کوششیں کیں۔ مگر وہ موقوف نہ ہوئے۔ دُنیا کے ایسے بادشاہ موقوف ہو گئے جن کی حفاظت کے لئے زبردست سے زبردست باڈی گارڈ تھے۔ لیکن خلفاء کو کوئی موقوف نہ کر سکا۔ حضرت عثمان رض سے بہت چاہا گیا کہ وہ خلافت سے علیحدہ ہو جائیں۔ مگر انہوں نے یہی جواب دیا کہ یہ خلافت کی قباء مجھے خدا نے پہنائی ہے۔ مَیں اس کو اُتار نہیں سکتا۔ اسپر دشمنوں نے آپ کو شہید کر دیا۔ اس طرح گو آپ کی ظاہری حیات باقی نہ رہی۔ لیکن جس جنت میں اللہ تعالے نے آپ کو داخل کیا تھا۔ اسمیں سے آپ کو کوئی نہ نکال سکا۔ تاریخ شاہد ہے۔ کہ آپ کے دشمن آپ سے یہ تو کہتے رہے کہ آپ خلافت سے علیحدہ ہو جائیں۔ لیکن یہ نہیں کر سکے کہ بالمقابل کسی کو خلیفہ بنا دیا ہو۔ تو خدا جس جنت میں اپنے بندوں کو داخل کرتا ہے۔ اس سے کوئی نکال نہیں سکتا۔

فرمایا اگر اس جنت میں داخل ہونا چاہتے ہو۔ تو میرے بندوں میں داخل ہو جاؤ۔ اس کا ایک ہی طریق ہے۔ کہ خدا کی عبودیت اختیار کرو۔ جب خدا کے عبد ہو جاؤ گے۔ تو جنت میں داخل کر دیئے جاؤ گے اور پھر ایسے داخل ہو گے کہ کبھی نکالے نہ جاؤ گے۔ ہاں اس میں جو داخل ہو جاتا ہے۔ اس کے لئے ہر روز ترقی کا روز ہے۔ اور جو دن اسپر چڑھتا ہے وہ عید کا ہی دن ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کے سوانح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔ جب آپ نے اپنی طاقتوں کو خدا کی راہ میں خرچ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسا عید کا دن چڑھایا کہ جو پھر غروب نہ ہوا۔ آپکے دشمنوں نے آپ کو ہزارہا قسم کی تکلیفیں پہنچائیں۔ لیکن آپ کو اس جنت سے جسمیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو داخل کیا تھا نہ نکال سکے۔ آپ پر ایسے ایسے شدائد آئے کہ جن سے کمر ٹوٹ جائے۔ لیکن دنیا کے کسی بڑے سے بڑے حادثہ نے آپ پر کوئی اثر نہ کیا۔ گورداسپور میں جن دنوں مقدمہ تھا۔ مَیں تو چھوٹا تھا لیکن بعض دوستوں نے سُنایا ہے۔ کہ ایک صاحب بھاگے ہوئے آئے اور کہا کہ حضور جج قواسبات پر آمادہ ہے کہ چاہے ایک ہی دن کی سزا دے مگر دے ضرور تاکہ اپیل بھی نہ ہو سکے۔ اسپر کہا گیا کہ کسی طرح صلح کر لینی چاہیئے اسوقت حضرت صاحب لیٹے ہوئے تھے۔ آپ اُٹھ بیٹھے اور کہا کہ وہ خدا کے شیر پر کیا ہاتھ ڈالیگا۔ خدا کے شیر پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں۔ خدا کے نبی خدا کے شیر ہوتے ہیں۔ انپر ہاتھ ڈالنا اپنی ہلاکت کا سامان کرنا ہے۔

اسی طرح جن دنوں کلارک کا مقدمہ تھا۔ میری عمر اس وقت دس سال کے قریب تھی۔ حضرت مسیح موعود نے جب اوروں کو دعاؤں کے لئے کہا تو مجھے بھی کہا کہ دعا اور استخارہ کرو۔ مینے اسوقت رؤیاء میں دیکھا کہ ہمارے گھر کے ارد گرد پہرے لگے ہوئے ہیں۔ مَیں اندر گیا جہاں سیڑھیاں ہیں۔ وہاں ایک تہ خانہ ہوتا تھا مینے دیکھا کہ حضرت صاحب کو وہاں کھڑا کر کے آگے اُپلے چُن دیئے گئے ہیں۔ اور ان پر مٹی کا تیل ڈالکر کوشش کی جا رہی ہے کہ آگ لگا دیں۔ مگر جب دیاسلائی سے آگ لگاتے ہیں۔ تو آگ نہیں لگتی۔ وہ بار بار آگ لگانے کی کوشش کرتے ہیں مگر کامیاب نہیں ہوتے۔ میں اس سے بہت گھبرایا۔ لیکن جب مَیں نے اس دروازہ کی چوکھٹ کی طرف دیکھا تو وہاں لکھا تھا۔ کہ جو خدا کے بندے ہوتے ہیں اُن کو کوئی آگ نہیں جلا سکتی۔ غرض مصائب پر مصائب آئے۔ مگر وہ اس طرح گذر گئے۔ جس طرح جسم پر انڈیلا ہوا گھڑے کا پانی گذر جاتا ہے۔

پس ان کے لئے جو خدا کے عبد ہوں ہر روز عید کا روز ہوتا ہے۔ اور دُنیا کی کوئی مصیبت ان پر اثر نہیں ڈال سکتی۔ کیونکہ ان کو دل کا اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن وہ شخص جس کا دل دُکھوں اور آفتوں میں گھرا ہوا ہو اور جس کا دل آفتوں کا شکار ہو وہ خواہ اچھے کپڑے پہن لے۔ اچھا کھانا کھا لے۔ اس کے لئے کوئی عید نہیں ہے۔ ان کے مقابلہ میں خدا کے بندے ایک ایسے باغ میں ہوتے ہیں۔ جہاں کوئی آفت اثر نہیں کر سکتی وہ ہر دُکھ سے محفوظ ہوتے ہیں۔ اور ایسے مصائب جو

دنیا کی کمر توڑ دینے والے ہوتے ہیں۔ اُن پر کوئی اثر نہیں کرتے۔

مبارک احمد جس دن فوت ہوا میں پاس ہی تھا میں نے دیکھا کہ حضرت مولوی صاحب نبض دیکھ رہے تھے کہ یہ کہتے ہوئے حضرت مشک لاؤ۔ حضرت مشک لاؤ لڑکھڑا کر زمین پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب نے ٹرنک کھولا۔ آخر آپ سمجھ گئے۔ کہ فوت ہو گیا ہے۔ آپ نے کاغذ اور قلم دوات لے کر خطوط لکھنے شروع کر دئیے جنمیں لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے لکھا۔ مبارک احمد وفات خدا کا ایک نشان ہے۔ کیونکہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خدا نے کہا تھا۔ کہ یہ چھوٹی عمر میں فوت ہو جائے گا۔

حضرت مولوی صاحب نے بعد میں فرمایا کہ اسوقت میری حالت اس لئے ایسی ہو گئی تھی کہ میں نے خیال کیا کہ حضرت صاحب کو جو اس سے اتنی محبت ہے اور اب یہ فوت ہو گیا ہے۔ تو اس سے آپ کی طبیعت پر بہت اثر پڑیگا۔ اس خیال سے میری حالت غش کے قریب پہونچ گئی تھی۔ اور اگر میں کھڑا رہتا تو ضرور غش کھا کے گر جاتا۔ ایسا ہی اور لوگوں کا اُسوقت خیال تھا۔ کہ خدا جانے اس واقعہ کا حضرت صاحب پر کیا اثر ہوتا ہے۔ مگر آپ کے چہرے پر کوئی رنج و غم نہ تھا۔ نہ کوئی آنسو آپ کی آنکھوں میں تھا

یہ عید ہے جو مومن کو حاصل ہونی چاہیئے۔ ورنہ یہ عید نہیں کہ کپڑے سفید پہن لئے جاویں۔ جب دل رنج میں ہو تو عید کیسے ہو سکتی ہے۔ عید اُسی کی ہے جس کا دل خوش ہو۔ اور دل اسی کا خوش ہو سکتا ہے جس کو اس کا خدا مل جائے۔ یا اس کے حصول کے ذرائع مل گئے ہوں۔ اور جو خدا کے انعام کا وارث ہوتا ہے۔ دنیا اسکو دیکھ کر حیران ہو جاتی ہے۔ کیونکہ خدا کے عید کے لئے کوئی رنج نہیں۔ وہ نفس مطمئنہ ہوتا ہے۔ اور ایسی جگہ ہوتا ہے جہاں خدا اس سے راضی اور وہ خدا سے راضی۔ یہ عید اس کے لئے خدا کی رضا کے لئے نشان ہو جاتی ہے اور خدا کے فرشتے اس کے محافظ اور پہرہ دار ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی ہی عید نصیب کرے +

کیا ہر ایک احمدی نے اپنا فرض ادا کیا؟

احباب حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے وہ پُر زور اور پُر شوکت الفاظ بھولے نہ ہونگے۔ جو آپ نے گذشتہ سالانہ جلسہ کے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے تبلیغ احمدیت کے متعلق فرمائے تھے۔ اور خاصکر مندرجہ ذیل الفاظ تو ضرور دوستوں کے کانوں میں گونج رہے ہونگے کہ :-

"اگر ہر سال ہر ایک احمدی یہ نیت کر لے کہ کم از کم ایک شخص کو ہدایت کی طرف لانے کی کوشش کرونگا تو خدا تعالےٰ بہت سے لوگوں کو اس میں کامیاب ہونے کی توفیق دیگا۔ اور جن کی نیت زیادہ خالص ہوگی۔ انہیں اور بھی زیادہ کامیاب کریگا پس چاہیئے کہ ہر ایک احمدی پہلے دعا اور استخارہ کرے کہ یا اللہ فلاں شخص کو میں سمجھانے کی نیت کرتا ہوں تو مجھے اس کے سمجھانے اور اسے حق کے قبول کرنے کی توفیق دے۔ اس کے بعد تبلیغ شروع کر دے"

یہ الفاظ سنے ہوئے احباب کرام کو قریباً چار ماہ ہو چکے ہیں۔ اور چونکہ اس سال انشاء اللہ تعالےٰ سالانہ جلسہ اپنے وقت پر دسمبر میں ہو گا۔ اس لئے گویا ہر ایک احمدی کے لئے کم از کم ایک شخص کو سلسلہ احمدیہ میں داخل کرنے کی جو مدت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ نے مقرر فرمائی ہے۔ اسمیں سے نصف سے زیادہ گذر چکی ہے۔ اسمیں شک نہیں کہ بعض احباب نے اپنے اس فرض کو پورا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے انہیں کامیابی بھی عطا فرمائی ہے۔ لیکن چونکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر ایک احمدی اس فرض کے ادا کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اس لئے بطور یاد دہانی میں یہ گذارش کرتا ہوں کہ احباب اپنے اس فرض کو ہرگز ہرگز نہ بھولیں اور آنیوالے سالانہ جلسہ تک کم از کم ایک ایک شخص کو داخل سلسلہ کرنے کی پوری پوری سعی اور کوشش کریں جو دوست خلوص قلب کے ساتھ یہ کوشش کرینگے۔ خدا تعالیٰ ضرور انہیں کامیاب کریگا۔ والسلام

رحیم بخش (ایم۔ اے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تشحیذ الاذہان کے لئے ایک ہزار روپے کی اپیل

بذریعہ اخبار الفضل و تشحیذ احباب جماعت احمدیہ کی خدمت میں یہ درخواست کی گئی تھی کہ تشحیذ الاذہان ساڑھے چھ سو روپے کا مقروض ہے۔ اس قرض کے ادا کرنے اور فنڈ کے استحکام کے لئے ایک ہزار روپیہ مطلوب ہے۔ اس اعانت کے علاوہ یہ بھی چاہا گیا تھا کہ پانسو خریدار مزید دیا جائے۔ تاکہ رسالہ سلف سپورٹ ہو سکے۔ یعنے اپنے خرچ آپ برداشت کرنے کے قابل ہو۔

یہ اپیل حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے منشاء کے مطابق آپ کے ارشاد سے کی گئی تھی۔ جن جن احباب نے پوری توجہ کی۔ ان کا میں بہت ہی مشکور ہوں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ لیکن یہ توجہ خلاف توقع اسقدر کم ہے کہ ابھی بہت سا کام کرنا باقی ہے۔ سب سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ نے تیس روپے کا وعدہ فرمایا پھر جناب سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب سکندر آباد دکن نے پچیس روپے کی رقم بھیجی۔ اور جناب لطف الرحمان صاحب کلکتہ کی طرف سے بیس روپے پہونچے۔ مولوی ظل الرحمٰن صاحب بنگال نے ایک خریدار دیا اور سید بہادر علی شاہ صاحب قصور نے دو خریدار۔ منشی خادم حسین صاحب کی قلمی امداد ہی بہت بیش قیمت ہے مگر آپ علاوہ خریدار دینے کے پانچ روپے کا وعدہ بھی فرماتے ہیں۔ بس اب تک انہی بزرگوں نے توجہ فرمائی ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ باقی پنجاب و ہندوستان کے احباب خاموش ہیں۔ گذشتہ چودہ سالی کے عرصہ میں تشحیذ کی یہ پہلی اپیل ہے۔ اس لئے امید ہے کہ آپ صاحبان جلد سے جلد اسطرف توجہ فرما کر عنداللہ ماجور ہونگے۔ والسلام

خاکسار رحیم بخش۔ ناظر تالیف و اشاعت۔

خلافت کے متعلق حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

(*)

یوں تو حق کی مخالفت کی وجہ سے غیر مبایعین میں سے بعض کی حالت یہاں تک پہونچ گئی ہے کہ اپنے خود ساختہ عقائد اور خیالات کے مقابلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واضح سے واضح تحریر اور قول کو رد کر دیتے ہیں۔ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے متعلق ان میں سے کئی ہیں۔ جو نہایت ہتک آمیز الفاظ تک استعمال کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔

تاہم میرا خیال ہے۔ کہ ان میں ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو حضرۃ خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو نہایت قابل عزت اور لائق تعریف انسان سمجھتے اور حضرت مسیح موعود کے سچے خلیفہ تسلیم کرتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے میں حضرت خلیفہ اول کی ایک تقریر کے اقتباس پیش کرتا ہوں۔ جن سے نہایت صفائی کے ساتھ اِس بات کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے لئے ایک خلیفہ اور امام کا ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے بغیر جماعت قائم ہی نہیں رہ سکتی۔

سالانہ رپورٹ صدر انجمن احمدیہ قادیان بابت جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۰۸ء میں جو آپ کی تقریر درج ہے اُس کے صفحہ ۱۴۲ پر فرماتے ہیں:۔

"اب ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ تم ملہم نہیں۔ تمہاری کیا ضرورت ہے۔ کیا حضرت صاحب ہمارے لئے کم ہدایت چھوڑ گئے ہیں؟ ان کی اسّی کے قریب کتابیں موجود ہیں وہ ہمارے لئے کافی ہیں۔ یہ سوال بدبخت لوگوں کا ہے۔ جو خدا تعالےٰ کی سنت کا علم نہیں رکھتے۔ اس قسم کے سوال سے تمام انبیاء کا سلسلہ باطل ہو جاتا ہے ... ... غرض یہ سوال ہے جو پہلے آدمؑ پر پڑتا ہے۔ پھر جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ پھر ابو بکرؓ پر۔ پھر علیؓ پر۔ پھر مہدی پر کہ جب سارے علوم رسالت مآب سُنا گئے۔ تو مہدیؑ کی کیا ضرورت ہے؟ حقیقی بات یہی ہے کہ ضرورت ہے اجتماع کی۔ اور شیرازہ اجتماع قائم رہ سکتا ہے۔ ایک امام کے ذریعہ"

(رپورٹ سالانہ۔ صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ بابت جلسہ سالانہ منعقدہ دسمبر ۱۹۰۸ء مطبوعہ انوار احمدیہ مشین پریس صفحہ ۱۴۲- اخر)

یہ الفاظ ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے جو آپ نے ۱۹۰۸ء کے سالانہ جلسہ میں فرمائے۔ "اور شیرازہ اجتماع قائم رہ سکتا ہے ایک امام کے ذریعے" نہایت صراحت سے ثابت کر رہے ہیں۔ کہ جماعت کا ایک اور صرف ایک امام کے ماتحت رہنا ضروری ہے نہ کہ انجمن یا ایک ہی وقت میں کئی خلفاء کے۔

ان الفاظ سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ خلیفہ کا ہونا ضروری ہے۔ وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت خلیفہ اول کی دُور بین نگاہ نے کئی سال پہلے سے دیکھ لیا تھا کہ کچھ عرصہ کے بعد منکران خلافت کا ناپاک وجود پیدا ہونیوالا ہے۔ اور آپ نے فتنہ کو فرو کرنے کے لئے چھ سال پہلے فرما دیا کہ:۔ "یہ سوال بدبخت لوگوں کا ہے" (یہ کہنے والے کہ اب خلیفہ کی کیا ضرورت ہے ذرا نوٹ فرمالیں) اور پھر اسی پر بس نہیں کیا۔ بلکہ خلافت کی اشد ضرورت کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرما کر منکرین خلافت کا قلع قمع کر دیا:۔

"اور پھر یہ اجتماع کسی ایک خاص وقت میں کافی نہیں مثلاً صبح کو امام کے پیچھے اکٹھے ہوئے۔ تو کیا کہہ سکتے ہیں کہ اب ظہر کو کیا ضرورت ہے۔ عصر کو کیا پھر شام کو کیا۔ پھر عشاء کو کیا۔ پھر جمعے کو اکٹھے ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ اور پھر عید کے دن کیا ضرورت ہے پھر حج میں کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح ایک وقت کی روٹی کھالی تو دوسرے وقت کیا ضرورت ہے۔ جب ان باتوں میں تکرار ضروری ہے تو اس اجتماع میں بھی تکرار ضروری ہے۔ یہ میں اس لئے بیان کرتا ہوں تا تم سمجھو کہ ہمارے امام چلے گئے۔ تو پھر بھی ہم میں اسی وحدت اتفاق اجتماع اور محبت کی ضرورت ہے" (رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۹۰۸ء تقریر حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ صفحہ ۱۴۳ شروع)

کیا میں امید کروں کہ غیر مبایعین میں سے وہ لوگ جو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کے ساتھ عقیدت رکھتے اور چھ سال تک آپکو حضرت مسیح موعود کا سچا خلیفہ مان کر آپ کی بیعت میں رہے ہیں۔ وہ ان الفاظ پر غور کرینگے۔ اور ان لوگوں سے جو بدقسمتی سے خلافت کے منکر ہو گئے ہیں۔ قطع تعلق کر کے حضرت خلیفہ ثانی کی بیعت میں داخل ہو جائینگے *

ملک احمد حسین۔ سکرٹری انجمن احمدیہ۔ نیروبی۔ افریقہ

اعلان وصیّت۔

اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ

میں مسمی سلطان عالم ولد صاحب داد قوم جٹ (تھال) سکنہ گوٹریالہ۔ تحصیل کھاریاں ضلع گوجرات (پنجاب) بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ برضا و رغبت خود ابتغاءً لوجہ اللہ حسب ذیل وصیّت کرتا ہوں:۔

(۱) میں حضرت احمد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آنجہانی المعروف مرزا قادیانی کے تمام دعاوی پر علیٰ وجہ البصیرۃ ایمان رکھتا ہوں۔ اور ان کا مُرید اور پیرو ہوں۔ ربّنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انّک انت الوھاب۔

(۲) رسالہ الوصیت مجریہ ۲۴۔ دسمبر ۱۹۰۵ء اور اس کا ضمیمہ مورخہ ۶ر جنوری ۱۹۰۶ء تمام و کمال میں نے سوچ سمجھ کر پڑھ لیا ہے۔ اس کے تمام احکام واجب التعمیل ہیں جن کا میں پابند رہونگا۔

(۳) میری موجودہ جائداد منقولہ و غیر منقولہ اسوقت (ایک مکان ہے۔ جو محلہ جنوبی قریب مسجد ونڈے والی کے ہے اور جس کا حدود اربعہ یہ ہے۔ شمال مکان میراں بخش برادر حقیقی۔ مشرق گلی۔ مغرب مکان و صحن نظام دین ولد نور دین قوم جٹ۔ اور کچھ اراضی ہے۔ جس کا رقبہ ۵ بیگہ ۶ کنال اور جسمیں رقبہ مزروعہ و غیر مزروعہ شامل ہے۔ کچھ اسباب خانگی ہے) مالیتی ۶۴ اسار۔ چھ ہزار چار سو روپیہ ہے جس کے آٹھویں حصے کی میں بغرض اغراض سلسلہ عالیہ احمدیہ صدر انجمن قادیان کے نام وصیت کرتا ہوں اور لکھدیتا ہوں کہ اگر میں یہ رقم (مبلغ آٹھ صد روپیہ) اپنی زیست میں

انجمن مذکور کو ادا نہ کرسکوں - تو میرے ورثاء یہ رقم انجمن مذکور کو ادا کرکے اسکو جائداد سے لادعوے کردیں ورنہ انجمن میری جائداد میں سے سب سے بہترین حصہ بالیتی آٹھ سو روپیہ کی مالک متصور ہوگی - اور اس کو اختیار ہوگا - کہ اس کو باقی جائداد سے الگ کرکے حسب مرضی خود نفع اٹھائے - میرے مرنے کے بعد مذکورہ بالا جائداد کے سوا اگر اور کوئی جائداد ثابت ہو - تو یہ وصیت اس کے آٹھویں حصہ پر بھی حاوی ہوگی - زندگی میں ادا کردہ رقم وصیت کردہ جائداد سے منہا ہوگی۔

(۴) میرا جنازہ احمدی جماعت پڑھے - اگر میں قادیان کے سوا اور کسی جگہ فوت ہو جاؤں تو میری لاش کو صندوق میں بند کرکے امانت کے طور پر کسی جگہ دفن کیا جاوے تا بوقت مناسب انجمن میری لاش کو مقبرہ بہشتی واقع قادیان میں دفن کرنے کی غرض سے قادیان لیجا سکے۔

(۵) لاش کو قادیان پہنچانے کے اخراجات اگر اپنی زندگی میں صدر انجمن کے پاس جمع نہ کرسکوں - تو ان اخراجات و نیز قرضہ ذمگی کی متکفل میری باقیماندہ جائداد ہوگی نہ وصیت کردہ جائداد۔

(۶) میرا ایک مختصر سا کتب خانہ بھی ہے جسمیں زیادہ تر حصہ کتب سلسلہ احمدیہ کا ہے اسکے متعلق میری یہ وصیت ہے - کہ اگر میری اولاد ذرینہ میں سے کوئی میری موت کے وقت ان کتب سے مستفیض ہونے کے لائق ہو تو زہے قسمت ورنہ سب کا سب صدر انجمن کے حوالہ کیا جاوے - اور وہ ان سب کتابوں کو کسی احمدیہ لائبریری میں رکھ دے تاکہ میری روح کو ثواب ہمیشہ پہنچتا رہے

(۷) اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے میں مقبرہ بہشتی میں دفن نہ ہوسکوں تو بھی میری یہ وصیت جو آخری وصیت ہے بحال رہیگی اور میرے احمدی یا غیر احمدی ورثا کو اسکے خلاف کرنیکا کوئی حق نہ ہوگا - کیونکہ یہ تمام کارروائی محض ابتغاءً لوجہ اللہ ہے - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم - یکم دسمبر ۱۹۱۸ء

العبد

سلطان عالم احمدی (مدرس) ولد صاحبداد قوم جٹ تہال ساکن گوٹریالہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات بقلم خود

گواہ شد

حافظ امام دین احمدی ولد نیک محمد جٹ ساکن گوٹریالہ نشان انگوٹھا

گواہ شد

علم دین احمدی ولد جواہر جٹ

گواہ شد

میراں بخش برادر حقیقی نشان انگوٹھا

گواہ شد

محمد شریف پسر موصی بقلم خود

اشتہارات

فوجی بھرتی کیلئے اپیل

احمدی برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ صاحبان کو معلوم ہے کہ ہماری سرکار کی فوجی ضروریات بڑھ رہی ہیں - اور حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو اس بات کا بہت خیال ہے کہ جہانتک ہوسکے سرکار انگلشیہ کی امداد کی جائے - اور جہانتک ہوسکتا ہے اس کام کے لئے کوشش اور سعی فرماتے رہتے ہیں - چنانچہ حضرت کے ارشاد سے بہت سے احمدی اشخاص پلٹنوں میں بھرتی ہوچکے ہیں - لیکن چونکہ وہ مختلف پلٹنوں میں بھرتی ہوئے ہیں اور وہاں ان کو بعض تکلیفیں ہیں - اس لئے اب حضور کا ارادہ ہے کہ احمدی احباب کی ڈبل کمپنی بنائی جاوے - جس کے دیسی افسر بھی احمدی ہی ہوں - لہٰذا حضرت امیر المومنین کی طرف سے مجھ کو ہدایت ہوئی ہے - کہ میں جناب کی خدمت میں یہ درخواست کروں کہ آپ اپنے علاقہ کی احمدی جماعت میں بڑے زور کے ساتھ اس بات کی تحریک کریں کہ احباب احمدیہ ڈبل کمپنی کے لئے رنگروٹوں میں اپنا نام درج کرائیں - آپ ان سب صاحبان کا جو کہ اپنا نام اس فہرست میں درج کرائیں - باقاعدہ اندراج رجسٹر کرکے حضرت کو اطلاع دیں - اور فہرست میرے نام پر قادیان میں روانہ کردیں کہ اسقدر احمدی اس کام کے لئے تیار ہوگئے ہیں - آپ صاحبان اس کام کو نہایت مستعدی سے کریں - اور ثواب اور حضرت صاحب کی خوشنودی حاصل کریں - آپ جسقدر جلدی اور جسقدر زائد دوستوں کے نام بھجوائیں گے - اسی قدر حضرۃ کو خوشی ہوگی - والسلام

فہرست بقید ولدیت - عمر - تعلیمی حالت آنی چاہیئے - جن لوگوں کی تعلیم لوئر پرائمری تک ہے - ان کو راشن وردی کے علاوہ چالیس روپے تنخواہ موٹر ڈرائیوری میں ملیگی ۔

فتح محمد سیال

الخطبۃ

ایک احمدی نوجوان کنوارا - عمر ۲۲ سال - انٹرنس پاس مستقل ملازم ۔/۲۵ ماہوار - نکاح کا خواہاں ہے - اس کے غیر احمدی رشتہ داروں نے محض احمدیت کی وجہ سے اسکی دو دفعہ منگنی کرکے اور عرصہ تک انتظار کرا کر رشتہ چھوڑ لیا - یہ صالح احمدی نوجوان نکاح کے بغیر سخت مشکلات میں ہے - کوئی احمدی بھائی اس عزیز نوجوان کو اپنی دہلیز میں جگہ دے - جس کو کہ غیر احمدیوں نے دھکے دیکر نکال دیا ہے - عزیز کا رنگ گورا - اعضاء تندرست اور قد درمیانہ ہے - خط و کتابت میرے نام ہو۔

عاجز سید غلام حسین - کیٹل فارم حصار

سامان ورزش کیلئے احمدیوں کا اپنا کارخانہ

احمدی شائقین کی خدمت میں اس اشتہار کے ذریعہ اطلاع دیجاتی ہے کہ ہمارا کارخانہ ہر قسم کے سامان ورزش از قبیل کرکٹ ہاکی فٹ بال ٹینس بیڈمنٹن اور جمناسٹک وغیرہ مدت بیس سال سے ہندوستان اور بیرون از ہند بہم پہنچا رہا ہے - لیکن ہنوز احمدی قوم مقتضائے زمانہ حال کی روش کے مطابق قومی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کارخانہ کی طرف بہت کم توجہ کی ہے - لہٰذا جو احباب سکولوں میں ملازم یا کسی اور جگہ سپورٹس کے سامان کی ضرورت ہو دخل رکھتے ہوں ان کی خصوصاً دیگر شائقین کی عموماً توجہ درکار ہے قومی مرکز قادیان تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر مولانا مولوی محمد الدین صاحب بی - اے ہمارے کارخانہ کے متعلق فرماتے ہیں :-

"جناب من! میں یہ بات بلا تامل کہتا ہوں کہ میں آپکے کارخانہ سے ہر طرح سے خوش ہوں - آپ سامان - کرکٹ و فٹ بال کے متعلق فرمائشوں کی تعمیل نہایت مستعدی سے کرتے رہے ہیں - جو سامان ورزش بنا کر بھیجتے رہے - بلحاظ قیمت و خوبی ساخت کے مقابلۃً نہایت اطمینان بخش ثابت ہوتا رہا ہے"

آپ کا صادق محمد الدین ہیڈ ماسٹر از قادیان

مکمل فہرست حسب فرمائش مفت بھیجی جائیگی

پتہ صرف نظام اینڈ کو - سیالکوٹ شہر

صلح کی خوشی پر قیدیوں کے لئے مراحم خسروانہ

صلحنامہ پر دستخط ہونے کی تقریب پر حضور شہنشاہ معظم نے از راہ مراحم خسروانہ برٹش انڈیا میں قیدیوں کی سزائیں اس حد تک تخفیف کرنا منظور فرمایا ہے۔ جسے گورنر جنرل باجلاس کونسل فوجداری اور دیوانی قیدیوں کے متعلق مقرر کریں۔ چنانچہ گورنر جنرل باجلاس کونسل نے تخفیف کا حسب ذیل پیمانہ مقرر کیا ہے (۱) جن زیر سزا قیدیوں کو ایک ماہ یا اس سے کم سزا ملی ہے۔ اور وہ نصف قید بھگت چکے ہیں۔ ان کو بالکل چھوڑ دیا جائے۔ اس جماعت کے قیدیوں نے اگر نصف سزا نہ بھگتی ہو۔ تو ان کی میعاد سزا میں نصف تخفیف کر دیجائے۔ بشرطیکہ جیل خانہ میں ان کا چلن خراب نہ رہا ہو (۲) ان تمام زیر سزا قیدیوں کو جنہیں ایک ماہ سے زیادہ اور چھ ماہ سے کم سزا ملی ہے۔ ۱۵ دن کی معافی دیجائے۔ بشرطیکہ جیلخانہ میں ان کا چلن خراب نہ رہا ہو۔ (۳) ان تمام زیر سزا قیدیوں کو جنہیں چھ ماہ سے زیادہ اور بارہ ماہ سے کم سزا ملی ہے۔ ایک ماہ کی معافی دیجائے۔ بشرطیکہ جیل خانہ میں ان کا چلن خراب رہا ہو (۴) ان تمام زیر سزا قیدیوں کو جنہیں ایک سال سے زیادہ کی سزا ملی ہے۔ کل میعاد سزا میں ایک ماہ فی سال کے حساب سے معافی دیجائے۔ بشرطیکہ جیلخانہ میں ان کا چلن خراب نہ رہا ہو (۵) انڈیمان میں تمام قیدیوں کو ایک ماہ فی سال کی معافی دی جائے بشرطیکہ جیل خانہ میں ان کا چلن خراب نہ رہا ہو (۶) ان خاص قیدیوں کو جنہیں ضابطہ تعزیرات ہند کے باب ششم کے ماتحت گورنمنٹ کے خلاف یا دیگر قوانین کے ماتحت اسی قسم کے اور جرائم کے لئے سزا ملی ہے رہا کر دیا جاوے۔ یا آئندہ نیک چلنی کی ضمانت دیکر ان کی سزا کے باقیماندہ حصہ کو مشروط طور پر معطل کیا جاویگا۔ اس ہدایت کے مطابق جن قیدیوں سے مراعات کی جائیں گی۔ انہیں لوکل گورنمنٹیں منتخب کرینگی۔

(۷) متذکرہ بالا معافی کے علاوہ ہر صوبہ میں ۱۰ فیصدی مرد قیدی چھوڑ دئے جائینگے۔ ہر صوبہ میں تمام قیدی عورتوں کو رہا کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ ان کے جرم کی نوعیت سنگین نہ ہو۔ اور لوکل گورنمنٹ ان کے متعلق بالتفصیل احکام نافذ کرے۔ بصورت دیگر ان عورتوں کو مذکورہ بالا پیمانہ کے مطابق معافی دیجائیگی۔ علاوہ ازیں انڈیمان میں ۴۰۰ کی تعداد تک ان قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے گا۔ جنہیں لوکل گورنمنٹیں منتخب کرینگی اور جن کو حبس دوام کی صورت میں معمولی قواعد کے مطابق ۴ سال میں رہا ہونا ہے۔ اور میعادی قید کی صورت میں جن کی سزا کے ختم ہونے میں ایک سال رہ گیا ہے۔ ہر اس دیوانی قیدی کو رہا کر دیا جائیگا اور اس کا قرضہ گورنمنٹ کی طرف سے بیباق کیا جائیگا جسے سو روپیہ تک قرضہ کی بناء پر سزا ملی ہو۔ بشرطیکہ وہ افلاس کی وجہ سے قرضہ ادا نہ کر سکا ہو۔ اور وہ قرضہ اس کی دیدہ دانستہ [illegible]

ممالک غیر کی خبریں

پیٹروگراڈ مین بولشویک
ہنسگفورس ۸ر جولائی۔ اطلاع ملی ہے کہ تمام خارجی سفارتخانوں وکالت خانوں اور کونسل گھروں پر بولشویک قابض ہو گئے ہیں۔ انہوں نے برطانیہ کا اثاثہ چھین لئے اور رہنے والوں کو جاسوسوں کے ذریعہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔

بولشویکوں نے اعلان کیا ہے کہ تمام وہ لوگ جن کے پاس ہتھیار پائے گئے۔ ان کو اسی جگہ گولی سے ہلاک کر دیا جائے گا۔

سابق قیصر کا مقدمہ
پیرس ۸ر جولائی۔ تحقیقات کرنیوالوں نے بیان کیا ہے کہ پریزیڈنٹ ولسن اسوقت ہر کونسل میں موجود تھے۔ جب سابق قیصر پر لنڈن میں مقدمہ چلانے کی نسبت فیصلہ ہوا یہ اتحاد اربعہ کی کانفرنس کا آخری ہفتہ تھا۔ جب مسٹر لائڈ جارج نے سوال اٹھاتے ہوئے تجویز کی کہ اس کا خیال ہے۔ اس کے ہمعصر سابق قیصر پر لنڈن میں مقدمہ چلانے پر اعتراض نہ کرینگے۔ انہوں نے سب کی طرف دیکھا لیکن کسی نے انکار نہ کیا۔ موسیو کلیمنشیو نے رضامندی ظاہر کی۔ یہ بیان غیر سرکاری طور پر قلمبند کیا گیا۔

ہالینڈ کی جانب اتحادی نمایندے
لنڈن ۷ر جولائی۔ دارالعوام میں سوالات کے وقت مسٹر بونرلا نے ذکر کیا کہ اسوقت تک اتحادیوں نے ہالینڈ کی طرف سابق قیصر کی حوالگی کے متعلق کوئی باقاعدہ نمایندے نہیں بھیجے ہیں۔ لیکن ہمارے ہیں ضروری تدابیر اختیار کی جارہی ہیں۔

عہدنامہ صلح کی تصدیق
برلن ۱۰ جولائی۔ فیڈرل کمیٹی نے عہدنامہ کی تصدیق کو منظور کر لیا ہے۔

اگلا پرچہ ڈبل ہوگا

اگلے پرچہ میں جناب حافظ روشن علی صاحب کی سالانہ جلسہ کی تقریر شائع کی جائیگی۔ چونکہ اس کا اکٹھا شائع ہونا ضروری ہے۔ اور وہ اسقدر لمبی ہے کہ ایک پرچہ اس کے لئے مکتفی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ۱۹ کا اخبار ۲۲ تاریخ کے اخبار کے ساتھ ملا کر ڈبل شائع کیا جائیگا (ایڈیٹر)

ضروری اطلاع

چونکہ جناب چوہدری فتح محمد صاحب ایم۔ اے عنقریب ولایت جانیوالے ہیں۔ اس لئے بھرتی کا کام جناب ماسٹر رحیم بخش صاحب ایم۔ اے کے سپرد ہوا ہے۔ احباب آیندہ بھرتی کے متعلق خط و کتابت بجائے چوہدری صاحب کے ماسٹر صاحب موصوف سے کریں۔

(باہتمام شیخ عبدالرحمن صاحب قادیانی ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپ کر مالکان کیطرف سے شائع ہوا)